بشار بن برد نہ صرف خود ایک بہت بڑا شاعر تھا بلکہ کمال درجے کا سخن فہم بھی تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جب میں عورتوں کے اشعار دیکھتا ہوں تو ان میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور پاتا ہوں۔ ایک دفعہ لوگوں نے اس سے پوچھا، کیا خنساءؓ کے اشعار بھی خامی سے پاک نہیں؟ اس نے جواب دیا،

"وہ تو مردوں سے بھی بڑھ گئی ہے۔"

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ عہد بنی امیہ کا مشہور شاعر اخطل (جو اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کی بدولت نابغہ ذبیانی کا ہم رتبہ شمار ہوتا ہے) ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں گیا اور ایک مدحیہ قصیدہ پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ عبدالملک ایک صاحب علم اور سخن فہم شخص تھا اس نے جواب دیا۔ اگر تم مجھے شیر اور سانپ سے تشبیہ دینا چاہتے ہو تو میں تمہارے شعر نہیں سنوں گا ہاں اگر تم خنساءؓ کے کلام جیسے اشعار پیش کرنا چاہتے ہو تو کرو۔

(۴)

حضرت خنساءؓ کا آغاز پیری تھا کہ فاران کی چوٹیوں سے آفتاب رسالت طلوع ہوا اور عرب کا گوشہ گوشہ اس کے نور سے جگمگانے لگا۔ لیکن وائے بدبختی کہ اہل مکہ میں سے اکثر نے اس رشد و ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں اور حق کے چراغ کو پھونکوں سے بجھانے کے لیے کوئی سر اٹھا نہ رکھی۔ یہ چراغ جسے خود اللہ تعالیٰ نے روشن کیا تھا ان سے کیا بجھنا تھا البتہ اپنے کرتوتوں کے باعث وہ عارضی طور پر اس کی برکات و انوار سے محروم ہو گئے۔ دوسری طرف تین سو میل دور اہل یثرب کی قسمت میں یہ سعادت عظمیٰ لکھی ہوئی تھی کہ انھوں نے اس متاع بے بہا کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے اور اپنی جانوں اور مالوں کو مکہ کے دُرِّ یتیمؐ کے قدموں میں لا ڈالا چنانچہ جب یثرب حضورؐ کے نزول اجلال کے بعد مدینۃ النبیؐ بن گیا تو اسلام کو ایک مرکز میسر آ گیا اور پیغام حق آہستہ آہستہ عرب کے تمام اطراف و اکناف میں پھیلنے لگا۔ حضرت خنساءؓ کے کانوں میں بھی اس پیغام کی بھنک پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں فطرت سعید سے نوازا تھا۔ یہ پیغام سنتے ہی دل و دماغ کی دنیا بدل گئی ۔۔۔۔ اپنے قبیلے کے چند لوگوں کو ساتھ لیا منزلوں پر منزلیں مارتی مدینہ منورہ پہنچیں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کی دولت لازوال سے مالا مال ہو گئیں۔ علامہ ابن اثیرؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس موقع پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دیر تک ان کا فصیح و بلیغ

کلام سنتے رہے وہ سناتی جاتی تھیں اور حضورؐ فرماتے تھے "شاباش اے خنساؓ"۔

قبولِ اسلام کے بعد وہ اپنے قبیلہ میں واپس تشریف لے گئیں اور لوگوں کو پیغامِ رسالت پہنچا کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ زبان میں بڑی تاثیر تھی چنانچہ بے شمار لوگوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اس کے بعد وہ وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ آتیں اور رحمتِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضانِ نبویؐ سے مقدور بھر بہرہ یاب ہوتیں۔

(۵)

اسلام لانے کے بعد بھی حضرت خنساؓ کے دل سے اپنے محبوب بھائیوں بالخصوص صخر کی یاد محو نہ ہو سکی۔ وہ ایامِ جاہلیت کے دستور کے مطابق صخر کے سوگ میں ہمیشہ اپنے سر پر بالوں کا ایک گچھا (یا سر بند) باندھے رہتی تھیں۔ علامہ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ حضرت خنساؓ کعبہ کا طواف کر رہی ہیں اور سر پر سوگ کی علامت کے طور پر سر بند باندھ رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انھیں بلا کر فرمایا کہ اسلام اس قسم کے سوگ کی اجازت نہیں دیتا، انھوں نے عرض کیا "امیر المومنین کسی عورت پر غم والم کا ایسا پہاڑ نہ ٹوٹا ہوگا میں اسے کیسے برداشت کروں"۔ حضرت عمرؓ نے انھیں دلاسا دیتے ہوئے فرمایا "اس دنیا میں لوگوں کو اس سے بھی بڑے مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ تم ذرا ان کے دلوں میں جھانک کر تو دیکھو۔ جس چیز کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے اس کو اختیار کرنا معصیت ہے"۔

اس کے بعد حضرت خنساؓ نے سوگ کی علامت ترک کر دی لیکن صخر کو بھلانا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کی یاد میں ان کا رونا دھونا برابر جاری رہا لیکن اب اس نے دوسری صورت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد وہ اس قسم کے شعر پڑھا کرتی تھیں۔

كنت أبكي له من الثأر وأنا اليوم أبكي له من النار

یعنی پہلے تو میں صخر کو بدلہ لینے کی خاطر رویا کرتی تھی اور اب اس لیے روتی ہوں کہ وہ (قتل ہو گیا اور اسلام نہ لا سکا اور) اب جہنم کی آگ میں جلتا ہوگا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلہ میں یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت خنساؓ کبھی کبھار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، ان کے سر پر ہمیشہ بالوں کا ایک گچھا بندھا ہوتا جو عرب میں انتہائے غم کا مظہر ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس طرح کا سر بند باندھ کر سوگ منانا اسلام میں منع ہے۔ حضرت خنساؓ نے جواب دیا "ام المومنین

یہ سر بند باندھنے کی ایک خاص وجہ ہے؟

حضرت عائشہ رض نے پوچھا۔ وہ کیا؟

حضرت خنساء رض نے کہا: "ام المومنین میرا خاوند انتہائی فضول خرچ اور قمار باز تھا۔ اس نے اپنا تمام زر و مال جوئے میں ہار دیا اور ہم دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ جب میرے بھائی صخر کو میری حالت کا پتہ چلا تو اس نے اپنے تمام مال کا بہترین نصف مجھے دے دیا۔ جب میرے شوہر نے اسے بھی ضائع کر دیا تو میرے بھائی نے اپنے بقایا کا بہترین نصف پھر مجھے دے دیا۔ صخر کی بیوی اس پر معترض ہوئی کہ تم اپنے مال کا بہترین حصہ اپنی بہن کو دیتے ہو اور اس کا شوہر اسے قمار بازی میں تلف کر دیتا ہے۔ یہ سلسلہ آخر کب تک چلے گا۔

میرے بھائی نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم میں اپنی بہن کو اپنے مال کا بدترین حصہ نہیں دوں گا۔ وہ پاک دامن ہے اور میرے لیے یہ کافی ہے کہ میں اس کے ننگ و عار کا لحاظ رکھوں۔ اگر میں مر جاؤں گا تو وہ اپنی اوڑھنی میرے غم میں چاک کر ڈالے گی اور میرے سوگ میں اپنے سر پر بالوں کا سر بند باندھے گی۔"

چنانچہ میں یہ سر بند اپنے شجاع اور سخی بھائی کی یاد میں باندھتی ہوں۔

بہر صورت حضرت عمر فاروق رض یا حضرت عائشہ صدیقہ رض کی تنبیہ کے بعد انھوں نے یہ سر بند باندھنا چھوڑ دیا اور رضائے الٰہی پر شاکر ہو گئیں۔

(۶)

حضرت خنساء رض کی زندگی کا سب سے تابناک واقعہ وہ ہے جس میں وہ اپنے چاروں بیٹوں کو ساتھ لے کر جنگ قادسیہ میں شریک ہوئیں، اس کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ یہ چاروں بچے ان کا عصائے پیری تھے (بالخصوص بعض اہل سیر کے اس بیان کے پیش نظر کہ شدت غم اور کثرت الم سے روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں) لیکن جب ان چاروں کی شہادت کی خبر سنی تو جزع فزع کے بجائے ان کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے۔ الحمد للہ الذی شرفنی بقتلھم ...... اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ان کے (راہ خدا میں) قتل ہونے کا شرف بخشا۔

یہ الفاظ ان کے ایمان محکم اور صبر و رضا پر دال ہیں۔

حضرت خنساء رض کے یہ بچے جنگ قادسیہ سے پہلے بھی کئی دوسری لڑائیوں میں داد شجاعت

دے چکے تھے اور حکومت کی طرف سے ہر ایک کے نام دو سو درہم سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ وظیفہ حضرت خنساءؓ کے نام منتقل کر دیا۔

اسلام کی اس جلیل القدر خاتون نے ایک روایت کے مطابق جنگِ قادسیہ کے سات سال بعد ۲۴ھ میں وفات پائی اور ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے امیر معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں کسی بادیہ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولانا سعید انصاری مرحوم نے سیر الصحابیات میں لکھا ہے کہ حضرت خنساءؓ کا ضخیم دیوان مع شرح ۱۸۸۸ء میں بیروت سے چھپا۔ اس میں حضرت خنساءؓ کے علاوہ ساٹھ ۶۰ دوسری خواتین کے کہے ہوئے مرثیے بھی شامل ہیں۔ ۱۸۸۹ء میں اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا اور دوبارہ طبع کیا گیا۔

مولانا محمد نعیم ندوی صدیقی (اعظم گڑھ) نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت خنساءؓ کے دیوان کی شرح ایک عیسائی "الاب لویس الیسوعی" نے انیس الجلساء کے نام سے لکھی تھی۔ یہ شرح مطبع کاتھولیکیہ بیروت سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی۔ اسے دیوانِ خنساءؓ کے ۶ قدیمی قلمی نسخوں سے پوری صحت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے اس کے شروع میں ایک مبسوط اور دقیع مقدمہ بھی ہے جو بجائے خود ایک خاصے کی چیز ہے (ماہنامہ فاران کراچی۔ جولائی ۱۹۶۷ء)

اگرچہ حضرت خنساءؓ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے لیکن ان کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ آخر جن کے حسنِ کلام کی خود سید المرسلین رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف و تحسین فرمائی ہو ان کی جلالتِ قدر اور علوِّ مرتبت میں شک بھی کیا ہو سکتا ہے؟ اور پھر حضرت خنساءؓ نے راہِ حق میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کی شہادت پر جس بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اس نے بلاشبہ ان کے نام کو جریدۂ عالم پر دوام کا مستحق بنا دیا۔ ملتِ اسلامیہ اگر تا ابد ان پر ناز کرتی رہے تو وہ بجا طور پر اس کی مستحق ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

تبدیلئ ٹیلی فون

ماڈل ٹاؤن، گارڈن ٹاؤن اور گلبرگ لاہور کے ایکسچینج نمبر بدلنے سے محدث اور متعلقہ اداروں کے بعض بعض فون نمبر بدل گئے ہیں جو اب یہ ہیں:۔

محدث (شعبۂ ادارت) ~~۳۵۲۸۹۷~~ - ۸۵۲۸۹۷ ، مدرسہ رحمانیہ ~~۳۵۴۲۵۰~~ - ۸۵۴۲۵۰

مثال ۳ :۔ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۹۸ھ کو کون سا دن ہوگا۔

حل: (i) پہلے ۴۶ سال = -۱ دن

(ii) اگلے ۱۱ دورِ کبیر (۱۱×۱۲۰) ۱۳۲۰ سال = -۱۱ = -۴ دن

(iii) اگلے ۸ سال = صفر دن

(iv) ″ ۵ سال / ۱۳۹۷ = ۵×۴ = ۲۰ + ۲ لیپ = ۲۲ = ۱ دن

(v) ۲۳ جمادی الآخرہ تک

محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر

۲ ۱ ۲ ۱ = ۱۰ دن

جمادی الاولیٰ، جمادی الآخرہ

۲ ۲۳ یا ۲

کل دن = ۱۱ - ۵ = ۶

جمعہ سے شروع کرنے سے مطلوبہ دن بدھوار ہوگا۔

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ مشاہداتی طریق اور اصولی طریق آپس میں کیسے مطابق ہو جاتے ہیں اس وضاحت کے لیے درج ذیل اشارات پر غور فرمائیے۔

یکم محرم الحرام ۱ھ کو جمعہ تھا۔ لہٰذا اصولی طریق کے مطابق یکم محرم ۲۱۱ھ کو جمعہ ہوگا۔ اور مشاہداتی طریق سے:

پہلے ۴۶ سال کے لیے = -۱ دن

اگلے ۱۲۰ سال کے لیے = -۱ ″

اگلے ۴۲ سال (۳ دور صغیر) کے لیے = صفر دن

باقی ۲ سال (۲۱۰ تک) = ۲×۴ = ۸ + ۱ لیپ کا

= کل ۹ دن = ۲ دن

یہ منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہٰذا یکم محرم الحرام ۲۱۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔ اسی طرح اصولی طریق کے مطابق یکم محرم ۲۲۱ھ کو جمعہ ہے تو مشاہداتی طریق سے:

پہلے ۴۶ سال کے لیے = - ۱ دن

اگلے ۴۲۰ سال (۲ دورِ کبیر) کے لیے = - ۲ "

اگلے ۱۱۲ سال (۴ دورِ صغیر) کے لیے = صفر "

باقی ۴ سال (۴۲۰ تک) = ۴×۴ = ۱۶ + ۱ دن لیپ

= ۱۷ دن = ۳ دن

گویا منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہٰذا یکم محرم الحرام ۴۲۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔

علیٰ ہذا القیاس بطریقِ اصولی یکم محرم الحرام ۶۳۱ھ کو جمعہ ہے تو مشاہداتی طریق سے :-

پہلے ۴۶ سال کے لیے = - ۱ دن

اگلے ۴۸۰ سال (۴ دورِ کبیر) = - ۴ "

اگلے ۸۰ سال (۱۰ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی ۶ سال (۶۳۰ تک) = ۶×۴ = ۲۴ + ۲ لیپ کے دن

= ۲۶ = ۵ دن

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہٰذا یکم محرم ۶۳۱ھ کو جمعہ ہوگا۔

اب یکم محرم ۱۲۶۱ھ کو بھی اصولی طریق سے جمعہ ہے۔ اُس کا حساب یوں ہوگا۔

پہلے ۴۶ سال کے لیے = - ۱ دن

اگلے ۱۰۸۰ سال (۹ دورِ کبیر) = - ۹ یا - ۲

اگلے ۱۱۲ سال (۴ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی ۴ سال (۱۲۶۰ تک) = ۴×۴ = ۱۶ + ۱ لیپ کا دن

= ۱۷ یا ۳ دن

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے لہٰذا یکم محرم ۱۲۶۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔

۳۔ بذریعہ ہجری تقویم دائمی دن معلوم کرنے کا طریقہ

اگلے باب میں ایک کثیر الفوائد ہجری تقویم دائمی پیش کی جا رہی ہے جو دراصل اصولی طریق کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی مدد سے کسی بھی معینہ ہجری تاریخ کا دن بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ :-

۱۔ پہلے سالوں کو ۲۱۰ پر تقسیم کریں۔ حاصل قسمت کو چھوڑ دیں۔ جو کچھ باقی بچے اسی سے غرض ہے۔

۲۔ اس باقی کو ادوارِ صغیر میں دیکھیں کہ کون سے دورِ صغیر میں آتا ہے۔ اس خانہ کے نیچے اور مطلوبہ سال کے سامنے مطلوبہ مہینے کا پہلا دن معلوم کر لیں۔

۳۔ اس پہلے دن سے معینہ تاریخ کا دن بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔

اب ہم پہلی ہی مثالیں یہاں پیش کرتے ہیں تاکہ ساتھ ہی ساتھ پڑتال بھی ہو جائے۔

مثال ۱:- یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ کو کونسا دن تھا؟

حل: (i) ۱۰۱ میں سے ۶۳۰ (۶ × ۲۱۰) نکال دیے باقی = ۷۱

(ii) ۷۱ کا سال تیسرے دور ۶۱ تا ۹۰ میں گیارھواں سال ہے۔

لہٰذا گیارھواں سال تیسرے دور کے نیچے اور جمادی الاولیٰ کے سامنے دیکھ لیجیے۔

منگل جواب

مثال ۲:- ۱۵ رمضان المبارک ۱۲۴۷ھ کو کونسا دن تھا؟

حل: (i) ۱۲۴۷ میں سے ۱۰۵۰ (۵ × ۲۱۰) نکال دیے تو باقی = ۱۹۷

(ii) ۱۹۷ کا سال ساتویں دور میں ۱۷ واں سال ہے اور رمضان نواں مہینہ

لہٰذا ۱۷ ویں سال میں ساتویں دور کے نیچے یکم رمضان دیکھ لیجیے۔ جمعہ ملے گا۔ ظاہر ہے اگر یکم رمضان کو جمعہ ہو گا تو ۸ اور ۱۵ رمضان کو بھی جمعہ ہی ہو گا۔

جمعہ جواب

مثال ۳: ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۹۸ھ کو کونسا دن ہو گا۔

حل:- (i) ۱۳۹۸ میں سے ۱۲۶۰ (۶ × ۲۱۰) نکال دیجیے باقی = ۱۳۸

(ii) ۱۳۸ پانچویں دور کا ۱۸ واں سال ہے اور جمادی الآخرہ چھٹا مہینہ

لہٰذا ۱۸ ویں سال میں پانچویں دور کے نیچے چھٹا مہینہ یکم جمادی الآخرہ دیکھیے منگل کا دن ملے گا۔

ظاہر ہے کہ یکم کو منگل ہو تو ۸، ۱۵، ۲۲ کو منگل اور ۲۳ کو بدھ ہو گا۔

بدھ جواب

ہجری تقویم دائمی ۳۰ سالہ دورِ صغیر پر مشتمل ہے۔ اوپر جو تین مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ گیارھویں، سترھویں اور اٹھارھویں سال سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہاں ہم صرف گیارھویں سال کی تقویم بطور نمونہ درج کرتے ہیں اور اس میں سے صرف اتنے حصہ پر اکتفا کرتے ہیں جس سے کسی معینہ تاریخ کا دن معلوم کرنے کا تعلق ہے۔

سال نمبر	نام مہینہ	تعداد ایام	۱ پہلا دور ۱ تا ۳۰	۲ دوسرا دور ۳۱ تا ۶۰	۳ تیسرا دور ۶۱ تا ۹۰	۴ چوتھا دور ۹۱ تا ۱۲۰	۵ پانچواں دور ۱۲۱ تا ۱۵۰	۶ چھٹا دور ۱۵۱ تا ۱۸۰	۷ ساتواں دور ۱۸۱ تا ۲۱۰
۱۱	محرم	۲۹	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل
	صفر	۳۰	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ
	ربیع الاول	۲۹	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ
	ربیع الآخر	۳۰	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ
	جمادی الاولیٰ	۲۹	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار
	جمادی الآخرہ	۳۰	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل
	رجب	۲۹	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات
	شعبان	۳۰	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ
	رمضان	۲۹	جمعہ	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار
	شوال	۳۰	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ	بدھ	سوموار
	ذیقعدہ	۳۰	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعرات	بدھ
	ذی الحجہ	۲۹	بدھ	سوموار	ہفتہ	جمعرات	منگل	آتوار	جمعہ

معذرت

: حالیہ شمارہ کتابت کی الجھنوں کی وجہ سے بادلِ ناخواستہ دو ماہ کا مشترکہ شائع کرنا پڑتا ہے۔ ہم معیارِ کتابت قائم رکھنے کی غرض سے پرچہ منڈی وار برٹن ضلع شیخوپورہ بھیجتے تھے لیکن اس مرتبہ کاپیوں کی پروف ریڈنگ اور تصحیح کیلئے چکروں کے باوجود پرچہ اتنا لیٹ ہوا کہ مجبوراً اسے دو ماہی کرنا پڑا جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔

(مینجر)

تاریخ و سیر   طالب ہاشمی

حضرت خنساءؓ بنت عمرو۔ اَرثی العرب

(۱)

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں جنگِ قادسیہ کا شمار عراق عرب کی سرزمین پر لڑی جانے والی نہایت خونریز اور فیصلہ کن جنگوں میں ہوتا ہے۔ اس لڑائی میں سلطنتِ ایران نے اپنے دو لاکھ آزمودہ کار جنگ جُو اور تین سو جنگی ہاتھی مسلمانوں کے مقابل لا کھڑے کیے دوسری طرف مجاہدینِ اسلام کی کل تعداد صرف تیس اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ ان میں سے بعض مجاہدین کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی جہاد میں حصّہ لینے کے لیے قادسیہ آئے تھے۔ اس موقع پر ایک ضعیف العمر خاتون بھی جذبۂ جہاد سے سرشار اپنے چار نوجوان فرزندوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود تھیں۔ شب کے ابتدائی حصے میں جب ہر مجاہد آنے والی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا اس خاتون نے چاروں فرزندوں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے یوں خطاب کیا۔

میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی اسی ذاتِ لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ۔ تو سب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران ۔ ع ۲۰)

(اے مسلمانو! صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ مراد کو پہنچو)

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو تم خاص آتش دانِ جنگ میں گھس پڑنا اور راہِ حق میں دیوانہ وار تلوار چلاتا ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔"

چاروں نونہالوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

"اے مادرِ محترم! انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورے اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔"

صبح جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو اس خاتون کے چاروں فرزند اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے، رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے ایک ساتھ میدانِ جنگ میں کود پڑے۔

بزرگ خاتون، جس کے چہرے پر عجیب قسم کا جلال تھا، اپنے فرزندوں کو میدانِ رزم میں بھیج کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض پیرا ہوئی۔

"الٰہی میری متاعِ عزیز یہی کچھ تھی، اب تیرے سپرد ہے۔"

اپنی ماں کی تقریر سن کر ان نوجوانوں کے دلوں میں رات ہی سے شوقِ شہادت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اب جو لڑائی کا موقع ملا تو ایسی وارفتگی سے لڑے کہ شجاعت بھی آفرین پکار اٹھی جس طرف جھک پڑتے تھے۔ غنیم کے پرے کے پرے صاف ہو جاتے تھے۔ آخر دشمن کے سینکڑوں جنگجوؤں نے انھیں اپنے نرغہ میں لے لیا۔ اس حالت میں بھی یہ سرفروش مطلق ہراساں نہ ہوئے اور دشمن کے بیسیوں سپاہیوں کو خاک و خون میں لٹا کر خود بھی رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

جب اس خاتون نے اپنے بچّوں کی شہادت کی خبر سنی تو نالہ و فریاد کرنے کے بجائے بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز ہو گئیں اور اس کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے فرزندوں کے قتل سے مشرف کیا۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔"

یہ ضعیف العمر خاتون جنھوں نے تسلیم و رضا اور صبر و تحمل کا ایسا مظاہرہ کیا کہ چشمِ فلک نے کبھی اس کی نظیر نہ دیکھی تھی، عرب کی عظیم مرثیہ گو حضرت خنساءؓ بنت عمرو تھیں۔

(۲)

حضرت خنساءؓ (الخنساء) کا شمار عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق نجد کے قبیلہ بنو سُلیم سے تھا جو بنو قیس بن عیلان کی ایک شاخ تھا۔ یہ قبیلہ اپنی شرافتِ نفس، جود و سخا اور شجاعت و ہمت کی بنا پر قبائلِ عرب میں امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

"بلاشبہ ہر قوم کی ایک پناہ گاہ ہوتی ہے اور عرب کی پناہ قیس بن عیلان ہے۔"

حضرت خنساءؓ کا اصلی نام تُماضِر تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

تماضر بنت عمرو (بن الحارث) بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیتہ بن خفاف بن امرأالقیس بن بہثہ بن سُلیم بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ (عقصہ) بن قیس بن عیلان بن مضر۔

تماضر چونکہ بہت چپٹ ہوشیار اور خوبرو تھیں اس لیے خنساء کے لقب سے مشہور ہوئیں جس کے معنی ہرنی کے ہیں۔

مؤرخین نے حضرت خنساء کے سالِ ولادت کی تصریح نہیں کی۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرتِ نبوی سے تقریباً پچاس برس پہلے پیدا ہوئیں۔ ان کا والد عمرو بنو سُلیم کا رئیس تھا اور اپنی وجاہت اور ثروت کی بنا پر بڑے اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ اس نے اپنی اولاد (خنساءؓ اور ان کے بھائیوں معاویہ و صخر) کی پرورش بڑے ناز و نعم سے کی یہاں تک کہ وہ بڑے ہو کر اعلیٰ خصائل کے مالک ہوئے۔ مبدأ فیاض نے خنساء کی فطرت میں ہی شعر و سخن کا ذوق ودیعت کیا تھا۔ چنانچہ وہ صغر سنی ہی میں کبھی کبھی دو چار شعر موزوں کر لیا کرتی تھیں رفتہ رفتہ شعور کی پختگی کے ساتھ ان کی شعری صلاحیتیں بھی ترقی کرتی گئیں۔ یہاں تک کہ آگے

چل کر وہ ایک شہرہ آفاق مرثیہ گو شاعرہ کے مرتبہ پر فائز ہوئیں۔ حضرت خنساءؓ کے عنفوان شباب کو پہنچنے سے پہلے ہی ان کے شفیق باپ کا انتقال ہو گیا۔ خنساءؓ کے لیے یہ ایک جانکاہ صدمہ تھا لیکن ان کے دونوں بھائیوں معاویہ اور صخر نے ایسی محبت اور دلسوزی کے ساتھ ان کی سرپرستی کی کہ وہ باپ کا غم بھول گئیں۔ اب ان کی محبت اور عقیدت کا مرجع دونوں بھائی تھے وہ ان سے ٹوٹ کر محبت کرتی تھیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں۔ اسی زمانے میں بنو ہوازن کے مشہور شہسوار، شاعر اور رئیس دُرَید بن الصِمّہ نے خنساءؓ کو ان کے بھائی معاویہ کے ذریعے شادی کا پیغام دیا۔ خنساءؓ نے بعض وجوہ کی بنا پر یہ پیام قبول کرنے سے انکار کر دیا بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دُرَید ایک معمر شخص تھا اور اس کی شکل و صورت بھی کچھ ایسی پسندیدہ نہیں تھی اس لیے خنساءؓ نے اسے دیکھ کر ناپسند کیا اور اس کے خلاف کچھ اشعار بھی کہے جس میں دُرید اور اس کے قبیلے کا ذکر طنزیہ انداز میں کیا۔

اس کے بعد اپنے قبیلے کے ایک نوجوان عبد العُزّیٰ (یا بروایت ابن قتیبہ رواحہ بن عبد العزّیٰ) سے شادی کی اس سے حضرت خنساءؓ کا ایک بیٹا ابو شجرہ عبداللہ پیدا ہوا۔ عبد العزّیٰ نے جلد ہی وفات پائی اس کے بعد خنساءؓ نے بنو سُلیم ہی کے ایک دوسرے شخص مرداس بن ابی عامر سے نکاح کر لیا۔ اس سے ان کے تین بیٹے عمرو، زید اور معاویہ (یا بقول ابن حزم ہبیرہ، جزء اور معاویہ) پیدا ہوئے اور ان کے بعد ایک بیٹی عمرہ پیدا ہوئی۔ مرداس ایک بہادر اور حوصلہ مند آدمی تھا اس نے اپنے کچھ ساتھیوں کی مدد سے ایک چشمے سے متصل دلدلی زمین کو قابلِ کاشت بنانے کی کوشش کی وہاں کی مرطوب آب و ہوا نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور وہ بخار میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔

اس کے بعد خنساءؓ نے اپنی ساری زندگی بیوگی کی حالت میں کاٹ دی۔ ان کے بھائیوں معاویہ اور صخر نے بیوہ بہن کی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور وہ دل جمعی کے ساتھ اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت میں مصروف رہیں۔ اس زمانے میں وہ اپنا ذوقِ شعر و سخن بھی پورا کرتی رہتی تھیں۔ لیکن ان کا دائرہ شہرت محدود ہی رہا۔ جس واقعے نے ان کی زندگی کا رُخ بدل دیا اور ان کے اشعار میں غضب کی تاثیر پیدا کر دی وہ ان کے دونوں مربّی بھائیوں کا یکے بعد دیگرے انتقال تھا۔ مؤرخین نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ خنساءؓ کے بھائی معاویہ کا عکاظ کے میلے میں بنو مرہ کے ایک شخص ہاشم بن حَرمَلہ سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس نے ہاشم